حکیم سنائی

مترجم

جناب انعام اللہ خاں صاحب ناصر
(ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی)

یہ کتاب انسان کو بیانِ حکیمانہ اور طریقِ صادقانہ سے منزلِ تحقیق کی طرف بلاتی ہے۔
اس میں دس ابواب اور تقریباً دس ہزار اشعار ہیں
پہلا باب تقدیس وتمجید وتعظیمِ باری تعالےٰ۔
(۲) نعت میں
(۳) صفت عقل کے بیان میں
(۴) فضیلتِ علم میں
(۵) غفلت کے بیان میں
(۶) افلاک وبروج کے بیان میں
(۷) حکمت وافعال
(۸) عشق ومحبت کے بیان میں
(۹) اپنے حال اور رتبہ کتاب کے بیان میں
(۱۰) بہرام شاہ اور قضات اور مشاہیر غزنی کی مدح میں

حدیقہ کی تاریخِ تالیف کے متعلق اختلاف ہے کتب خانہ وزارت معارف (افغانستان) میں عبداللطیف عباسی مرتب حدیقہ کا جو قلمی نسخہ موجود ہے اس میں تاریخ اس طرح

درج ہے۔

پنج وسی و چہار رفتہ ز عام   پنج صد و سی و پنج گشتہ تمام

محمد علی بن رقام شاگرد حکیم سنائی کے جمع کردہ قلمی حدیقہ میں جو مذکورہ بالا نسخہ سے پہلے لکھا گیا ہے یہ بیت اس طرح لکھی ہوئی ہے

پنج صد و بست و چار رفتہ ز عام   پنج صد و بست و پنج گشتہ تمام

بہر حال سنائی نے حدیقہ کو جب مکمل کرلیا تو غزنی کے بعض علماء شور مچانے اور اس کتاب پر اعتراض کرنے لگے۔ حکیم ان باتوں سے سخت متاثر ہوا اور حدیقہ کا ایک نسخہ دار السلام بغداد میں بھیج دیا جو اس وقت خلافت عباسی کا مرکز اور علوم اور فنون کا مستقر تھا۔ برہان الدین ابو الحسن علی بن ناصر غزنوی کو ایک مکتوب منظوم تحریر کیا جس میں حقوق محبت و رفاقت دیرینہ یاد دلا کر ظاہر بینوں کے مظالم کی شکایت کی گئی تھی۔ برہان الدین نے حدیقہ کو انجمن علمائے بغداد میں پیش کردیا علمائے بغداد نے حدیقہ کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد حکیم سنائی کے عقیدہ کی صحت اور حدیقہ کی فضیلت کی تصدیق کردی اس طرح حکیم سنائی کو ظاہر بینوں کے ستم سے نجات ملی۔

کتاب حدیقہ قدیم سے مشرق کے سخنوروں اور ادیبوں کی منظور نظر ہے خصوصاً حضرت مولوی جلال الدین بلخی نے اپنی مثنوی میں چند مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے اشعار کی تشریح و تضمین کی ہے نظامی گنجوی نے اپنی مخزن اسرار کو حدیقہ کا ہمسر فرض کر کے اس پر فخر کیا ہے۔

حدیقہ کی تدوین کتاب حدیقہ کو اول خود حکیم سنائی کے عہد میں محمد بن علی رقام نے جو حکیم صاحب کا شاگرد تھا مرتب کیا اس پر دیباچہ لکھا اور کتاب کے آخر میں حکیم صاحب کا وہ خط بھی نقل کردیا جو انھوں نے غزنی کے ظاہر بیں علماء کی شکایت میں بہرام شاہ کو لکھا تھا۔

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس امر کی تائید کی ہے کہ محمد بن علی رقام نے حدیقہ

کو مدون کیا حدیقہ کو دوسری بار عبداللطیف ابن عبداللہ عباسی نے سال ۱۰۳۸ھ میں بمقام کابل مدون کیا اور چند نسخوں سے تصحیح کرنے کے بعد اس کا نام امام حدائق رکھا۔ تصحیح کے لئے جو نسخے عبداللطیف نے جمع کئے تھے ان میں ایک ایسا نسخہ بھی تھا جو حدیقہ کی تصنیف سے اسّی سال بعد لکھا گیا تھا۔ عبداللطیف نے تصحیح کے بعد حدیقہ پر دیباچہ تحریر کیا اور عربی کے ان جملوں کی شرح جو حدیقہ میں مندرج تھے علیحدہ لکھ کر بصورت رسالہ مختصر کتاب کے آخر میں ملحق کر دی۔ دیباچہ منثور کو جو حکیم سنائی سے منسوب ہے کتاب کے اول میں رکھا لیکن تعجب ہے کہ عبداللطیف نے حدیقہ کی اس ترتیب کا کوئی ذکر نہیں کیا جو محمد بن علی رقام نے کی ہے۔

۱۹۱۰ء میں ایک مستشرق نے حدیقہ کا ترجمہ فارسی سے انگریزی میں کیا اور اس کا دیباچہ بھی لکھا محمد بن علی رقام کے مدونہ حدیقہ اور مطبوعہ حدائق میں جزوی اختلاف ہے۔

اسی مقدمہ میں محمد بن علی رقام اپنے استاذ حکیم سنائی کا ذکر خیر اس ادب و احترام سے کرتے ہیں۔

"... او خواجۂ روزگار بود حکیم العصر۔ ملک الکلام محقق الانام۔ سلطان البیان۔ حجۃ الایمان۔ شمس العارفین بدر المحققین۔ عالم الحقیقت۔ قوام الطریقت۔ سدید النطق۔ رفیع الہم۔ عزیز الوجود۔ عدیم المثل۔ مہتز الدنیا۔ مقبل الدین۔ نظام النظم۔ موثر النثر۔ مادح سید الانبیاء (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذو اللسانین۔ ابو المجد مجدود بن ابی الحسن آدم السنائی الغزنوی رحمۃ اللہ علی علیہ و نور قبرہ کہ عالمیان در ساحت یار احت او روزگار خوش دلی می گذاشتند و در بہشت نقد می بودند"...

حدیقہ کے ظاہر بیں مخالفین کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"... از روزگار آدم تا روزگار او (سنائی) کسے کتابے بدیں نسق نساختہ بود ما یۂ جہانے است و پیرایۂ عالمے آنرا حدیقۃ الحقیقت والشریعت والطریقت نام کرد جماعتے مختصر بے بصر زہر مشیہ۔ غول مبشہ کہ سرمایۂ عقل و پیرایہ صبر نداشتند و از دایۂ علم سیر نبودند میوہ از طبیدن گرفتند و آں موسسکے در سہ صد و شصت رگ

رگ ایشاں سیصد و شصت رہ دارند (ان الشیطان یجری فی عروق احدکم مجری الدام) تخم وسوسہ درمیان دل ایشاں نہاد و آں عزیزی گفت ولا تقربا ھذہ الشجرۃ "

انتخاب حدیقہ

آں شنیدی کہ گفت دمسازے | با قرینے ازاں خود رازے
گفت کیں راز را نہ گوئی باز | گفت خود کے شنیدہ ام ز تو راز
شہرے بود کز ہوا پژ مُرد | از تو زاد آں زماں و در من مُرد
باطن تو حقیقت دل تست | ہر چہ جز باطن تو باطل تست
دیں ز دل خیزد و خرد ز دماغ | دل ز روز آمد و خرد چو چراغ
دیں نہ دارد کسے کہ اندر دل | مرد را نیست مغز دل حاصل

آفتابے بہ باید انجم سوز
بہ چراغ تو شب نہ گردد روز

کارنامہ بلخ | حکیم سنائی کی دوسری تصنیف کارنامہ بلخ ہے یہ مثنوی میں حدیقہ کے وزن پر ہے۔ چونکہ یہ تصنیف قیام بلخ کے دوران کی گئی تھی اس لئے اس کا نام کارنامہ بلخ رکھا گیا اس میں حکیم صاحب نے بزرگان غزنی کے نام پیام بھیجا ہے۔ اس کا آغاز تحمید کے بغیر ایک خطاب سے ہوا ہے جو ہوا کے نام کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حکیم صاحب نے مسعود کی تعریف کی ہے اس لئے یقیناً حدیقہ سے پہلے کی تصنیف ہے حدیقہ میں بہرام شاہ کی تعریف کی گئی ہے مسعود بہرام شاہ سے پہلے وفات پا چکا تھا سنائی نے کارنامہ بلخ میں اپنے والد کا ذکر بھی کیا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کارنامہ بلخ دوسری مثنویات سے قدیم ہے کارنامہ بلخ ۳ ہزار ۶۰ اشعار پر مشتمل ہے اس میں صرف ایک یا دو مقامات پر تصوف اور معرفت کا ذکر ہے کتاب کے عنوانات یہ ہیں۔

خطاب بہ باد۔ صفت خاندان محمود۔ صفت شاہزادگان۔ صفت ارباب قلم صفت

ثقۃ الملک۔ صفت قلم۔ صفت پدر سنائی۔ صفت لشکریاں۔ صفت امیر صاحب۔ صفت امیر صواب۔ صفت امام یوسف حداد و سپرا د۔ مثالب علمائے سور۔ صفت ارباب طریقت۔ صفت شعرا۔ صفت سید شرف الدین۔ صفت امیر حسینی۔ صفت محمد افتوی۔ صفت اسمٰعیل خجستہ۔ طیبت با لغوی۔ صفت بوحنیفہ اسکانی۔ صفت صابونی مثالب مدعیان۔ مدح امیر سید حسین بن علی۔ مناقب مختاری۔ صفت خواجہ موید۔ صفت قاضی لطیف۔ صفت زنخ را۔ صفت عبدالحمید بلخی۔

طریق التحقیق | حکیم سنائی کی تیسری مثنوی طریق التحقیق ہے اس کتاب کے نام کے متعلق فرماتے ہیں

داد ایزد شعار تو منقش نام کردم طریق تحقیقش

یہ مثنوی ۵۲۸ھ میں حدیقہ کی تکمیل کے تین سال بعد تصنیف کی گئی ہے لیکن نہ حدیقہ میں طریق تحقیق کا ذکر ہے نہ طریق تحقیق میں حدیقہ کا۔ حدیقہ اور طریق تحقیق میں حکیم سنائی نے ماحول اور زندگی کے متعلق جو تصور و خیالات ظاہر کئے ہیں ان میں بیّن فرق نظر آتا ہے اول یہ کہ حدیقہ بہرام شاہ کے نام پر لکھا گیا تھا۔ اور حکیم سنائی نے اس میں اپنے معاصر علماء اور فضلا کی مدح کی تھی اور اس بلند پایہ کتاب کو بہرام شاہ کے نام کے شایاں سمجھا تھا لیکن طریق تحقیق میں اپنے ممدوحین باقی میں سے کسی شخص یا امیر کو اس لایق نہیں سمجھتے کہ کتاب اس کے نام سے منسوب کی جائے طریق تحقیق میں فرماتے ہیں میں نے یہ کتاب لکھنے کے بعد عقل سے پوچھا کہ اس عروس زیبا کو کس کی مدح کے زیور سے آراستہ کروں اس نے جواب دیا کہ اس ملک میں کوئی صاحب دل نہیں جو اس کتاب کے اہدا کا سزاوار بنے۔

خرد از گوشہ بر آمد حیست گفت ایں نقد را کہ رشتہ تست
سخن سرسری نمی بینم زاں نگیں مشتری نمی بینم

مزید فرماتے ہیں

خود گرفتم کہ آں سخن رانم کز عبارت نظیر حسانم

در چنیں روزگار با نعزت | با چنیں منعمانِ دوں ہمت
چوں کنم دیں ہمہ پریشانی | در ثنار مدیح حسانی
بس ازیں وصف زلف و طرہ خال | بس ازیں ہرزہ گفتگوئے محال

دوسرے یہ کہ طریق تحقیق کی تصنیف کے وقت حکیم صاحب پر تجرید و عزلت کی کیفیت حدیقہ کے زمانہ کی نسبت زیادہ شدت سے وارد ہو گئی ہے زمانہ کی شکایت زیادہ تلخی اور بلند آہنگی سے کرتے ہیں اور ان کا دل مادیات سے سیر ہو گیا ہے نالائقوں کی صحبت سے دل گرفتہ ہیں اور کسی کو اپنی مصاحبت اور ہمدمی کے لائق نہیں سمجھتے - فرماتے ہیں

چہ کنم با کہ ایں سخن گویم | گلہ از بخت یا ز چرخ کنم
جگرم خوں گرفت نیست کسے | کہ شود غمگسار من نفسے
من مسکیں مستمند ضعیف | با غم و محنتم ندیم و حریف
گلہ دارم ز روزگار بسے | کہ گویم کہ نیست ہم نفسے
جملہ روئے زمیں بہ گردیدم | ہمدمے کافرم اگر دیدم
دوستے نیست کو شود محرم | محرمِ نیست کو شود ہمدم
دلم از جور چرخ جفت فنا است | کاندریں روزگار قحط وفا است

طریق تحقیق بحالت پیری و زمیں گیری تصنیف کی گئی ہے، فرماتے ہیں

نالہ ام زاں شدہ است اثیر آہنگ | کز عنا قامتم خمیدہ چو چنگ
روز عمرم بہ شب رسید و نبود | جز تعب حاصلم ز چرخ کبود
دود دل جیب و آستینم سوخت | سقف چرخ آہ آتشینم سوخت

حکیم صاحب طریق تحقیق کی تصنیف پر مباہات کرتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو تحفہ ربانی اور اسرار روحانی کہتے ہیں -

ایں سخن تحفہ ایست ربانی | رمز و اسرار ہائے روحانی

سخنے ز آسماں بلند تر است تا نہ گوئی کہ نظم مختصر است
نظم لغزش ز نکتہ و امثال سحر مطلق دلے مباح و حلال
اہل دل کیں سخن فرو خوانند آستیں از جہاں بر افشانند

طریق تحقیق ۸ سو ۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حکیم صاحب نے مراتب سلوک و طریق عرفان اور مسائل اخلاق کی شرح کی ہے کتاب کی ابتدا حمد باری تعالےٰ سے کی گئی ہے اور انتہا ظالموں کی مذمت پر درمیان میں کبھی کبھی اپنی پریشانی اور تنگدستی کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں آفتاب سے جو خطاب کیا گیا ہے خاقانی نے اس خطاب کی توصیف کی ہے طریق تحقیق بلحاظ سلاست و فصاحت ادبی اور عرفانی مثنویات میں شمار کی جاتی ہے۔

سیر العباد | سیر العباد حکیم سنائی کی مشہور مثنوی ہے اس کی ابتدا میں ہوا سے خطاب کیا گیا ہے یہ خطاب بلحاظ استعارہ و تشبیہ اور فصاحت ان کے بہترین قطعات میں شمار ہوتا ہے۔

اس مثنوی میں مراتب سلوک و طریقت اور تہذیب اخلاق کی تشریح کی گئی ہے ہوا سے خطاب کے بعد روحِ نامی اور روحِ حیوانی کی صفت بیان کی گئی ہے۔ سیر العباد ابوالمفاخر[1] محمد بن منصور کی مدح پر ختم ہوتا ہے اس کتاب کے اشعار کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے قاضی عبداللطیف عباسی کے تدوین کردہ قلمی نسخہ سے بھی جو کتب خانہ وزارت معارف افغانستان میں موجود ہے سیر العباد کے اشعار کی تعداد ۷۰۰ معلوم ہوتی ہے منصور بن محمد کی مدح میں ۹ اشعار ہیں لیکن روایت نے مجمع الفصحا میں بیان کیا ہے کہ حکیم سنائی نے سیر العباد مدح محمد بن منصور میں ۲۰۹ اشعار کہے ہیں۔

انتخاب سیر العباد | مرحبا اے برید سلطان ولش تحفت از آب و تاجت از آتش

[1] ابوالمفاخر محمد بن منصور اس زمانے کے ایک بزرگوں میں سے تھے اور ان کا لقب مفتی مشرق تھا وطن ان کا سرخس تھا اور حکیم سنائی نے حدیقہ میں ان کی تعریف کی ہے۔

نہ از آب آب را نقاش نہ از خاک خاک را فراش
اے بہنگام خوبی و زشتی سائی ابر و قائد کشتی
باغ را ہم تو بیشت دہم روئی شاخ را ہم توز درج ہم شوئی
آتش از تو جو لبدیں خرمن آب با تو زمردیں خرمن
کنی از جنبشے کہ خواہی تو روئے دریا تو پشت ماہی تو

عقل نامہ حکیم سنائی نے یہ مثنوی خدا سے شروع کی ہے اور اس میں توحید اور علم کلام کے مسائل مثلاً استوا اور نزول اور آداب پیری و مریدی اور اصطلاحات صوفیا کا بیان ہے اس کے اشعار کی تعداد ۶۰۷ ہے طریق التحقیق کی مانند حکیم سنائی نے عقل نامہ میں بھی کسی امیر یا عالم کی مدح نہیں کی قناعت اور تجرید کو ہر ایک چیز پر ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں

ستا بندہ را کہ بد باشد مدح مخلوق ذم خود باشد
در ہمہ کارے یاری از خود خواہ دست ازیں ناکساں بکن کوتاہ
بکن اے دوست باخود ایں بیداد زاں طلب کن از انکہ جانت داد

عقل نامہ میں انداز بیان حدیقہ۔ طریق تحقیق۔ اور سیر العباد سے بالکل مختلف ہے ان کتابوں میں ایک طرح آمریت اور حاکمیت پائی جاتی تھی لیکن اس مثنوی میں حکیم صاحب نرمی اور ملامت سے باتیں کرتے ہیں اور اس کتاب کو علوم دنیا و آخرت کا مجمع اور غزالی کی کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم کا ہمسر جانتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں

کاندریں نسخہ ہر کرا سمعست علم دنیا و آخرت جمع است
ہر چہ در کیمیا و در احیاست با مزید دگر دریں جای است
کردہ صاحب نظر دریں حدقہ مشہدے چوں حدیقہ حدقہ

عشق نامہ حکیم سنائی نے اس مثنوی میں عشق حقیقی کی تعریف اور اس کے مراتب عشاق کی صفت اور ان کے خصائل بیان کئے ہیں اور عشق و محبت کے حدوث و عدم پر بحث کی ہے

اور توضیح مطالب کے لئے حکایات بھی بیان کی ہیں یہ مثنوی بھی دفاتر عشق و عرفان کے امہات میں شمار کی جاتی ہے اس مثنوی کا اسلوب لطیف اور پیرایہ بیان حدیقہ کے بعد سنائی کے تبحر علمی اور قادر الکلامی کی ایک روشن دلیل ہے اس کا آغاز عشق کی تعریف سے ہوتا ہے اور اسی پر کتاب ختم ہوتی ہے قلمی نسخہ میں کل اشعار کی تعداد ۵۸۵ ہے

بہرام و بہروز اس افسانہ کا موضوع دو بھائیوں کے عشق کے واقعات ہیں ان میں ایک کا نام بہرام اور دوسرے کا بہروز تھا یہ دونوں اپنی چچازاد بہن گلچہر پر عاشق تھے۔

بہرام رند اور بد اخلاق تھا اور بہروز پارسا اور صالح حکیم صاحب نے اس افسانہ میں اچھے اور برے اخلاق کا نتیجہ دکھایا ہے۔ بیان کا اسلوب نہایت سادہ اور رواں ہے فارسی میں کلیلہ دمنہ رودکی کے بعد اخلاقی افسانوں کی نگارش کا سلسلہ بہرام و بہروز سے شروع ہوتا ہے اس کتاب میں بہرام کو جب بہروز یا کوئی اور شخص نصیحت کرتا ہے اپنے مطلب کی تائید کے لئے ایک حکایت بھی بیان کرتا ہے مثلاً نیکی اور حسن سلوک کی پاداش کے سلسلہ میں ایک چور کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ ایک مکان میں داخل ہو گیا اور سہواً ایک لقمہ کھا لیا لیکن صاحب خانہ کے اموال سے کوئی تعرض نہ کیا جب باہر آیا تو اس کے ساتھی نے سبب پوچھا اس نے جواب دیا میں نے حق نمک ادا کرنے کے لئے اس گھر سے کوئی چیز نہیں لی۔

ایک ظالم کی حکایت ظلم کی بد انجامی واضح کرنے کے لئے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک شہر میں ایک فقیر رہتا تھا وہ بھیک مانگنے کے لئے نکلتا تو دوسرے فقیروں کے برخلاف ہمیشہ صدا دیتا کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو اسی شہر میں ایک ظالم بھی رہتا تھا ایک دن فقیر نے اس کے دروازہ پر بھی یہی صدا دی۔ ظالم کو فقیر کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی اس روز تو ٹال دیا دوسرے دن اپنے آدمی سے کہا کہ اس فقیر کو زہر ملا کر روٹی دے دو فقیر یہ زہر آمیختہ روٹی لے کر شہر سے باہر چلا گیا اور ایک ویرانہ میں سو رہا۔ اتفاقاً اسی ظالم

کے بیٹے اسی روز بھوکے پیاسے شکار سے تھکے ہوئے اس مقام پر آ نکلے جہاں فقیر سو رہا تھا۔ فقیر کو بیدار کر کے اس سے روٹی لے لی اور کھاتے ہی مر گئے۔

بہرام و بہروز کے اشعار ۰۰۰ہ کے قریب ہیں۔

قصائد | اکثر تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ مثنویات کے علاوہ حکیم سنائی نے ۳۰ ہزار اشعار لکھے تھے لیکن ان کے موجودہ دیوان میں صرف بیس۲ ہزار اشعار مندرج ہیں۔ مطبوعہ دیوان میں توحید، اخلاق، مدائح اور مراثی کے عنوانات سے جو قصائد موجود ہیں ان کی تعداد ۱۴۷ ہے تمام قصائد میں بہتر وہ ہیں جو حکیم صاحب نے توحید اور معارف کے موضوع پر لکھے ہیں ان کا ہر ایک عرفانی قصیدہ توحید کا ایک دفتر اور معرفت اور فلسفہ کا گنجینہ ہے اکثر اساتذہ علم و ادب نے ان قصائد کے تتبع میں خامہ فرسائی اور طبع آزمائی کی ہے۔

یہ دعویٰ بلا خوف تردید کیا جا سکتا ہے کہ جو تاثیر حکیم سنائی کے عرفانی قصائد میں ہے وہ شعرا میں سے شاذ ہی کسی کے کلام کو نصیب ہوئی ہے حکیم صاحب کو اس باب میں دوسرے شعرا سے خاص امتیاز حاصل ہے اور ان کے شعرائے مابعد میں کسی کا کلام یہ جوشِ عرفانی اور تجلیِ معرفت نہیں رکھتا۔ صوفیا میں اچھے اشعار اسی کے ہیں جس کا کلام شور انگیز سوزندہ اور دردناک تر ہے۔ ایسا ہی کلام دل میں عشق اور سینہ میں طپش پیدا کرتا ہے سننے والوں کو رلاتا ہے اور احساس میں شور برپا کرتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک الہامی شعر میں دنیا اور مافیہا سے مستغنی ہو کر عالم قدس میں پہنچ جائے۔ کبھی ایک تازیانۂ عبرت سے انسان اپنی ہستیِ ضعیف کو خوار ترین ذرات وجود کے مقابلہ میں ہیچ دیکھتا ہے اور اپنے کو حقیر اور ناچیز سمجھتا ہے شاعر کبھی بوئے گل سے اسے مست کرتا ہے اور کبھی نالۂ بلبل سے محو فریاد بناتا ہے۔

اخلاقی شعرا میں اس کا شعر اچھا ہے جس کا کلام زیادہ دل نشین حکمت آمیز اور مدلل ہو، مسائلِ اخلاقی کو ایسے منطقی انداز سے بیان کرے کہ ایک اچھا شعر سننے والے کے دل کو تسکین

بنا سکے اور تازیانہ اور ڈنڈے کے بغیر اس کے اخلاق کو آراستہ کردے۔

جس قدر اس کا طرزِ استدلال منطقی اور بیان بلیغ ہوگا اسی قدر تاثیر زیادہ ہوگی ایسا شاعر روزمرہ رونما ہونے اور مشاہدہ میں آنے والے واقعات سے عوام کی سمجھ کے مطابق اخلاقی دلائل اور موثر نصائح پیدا کرسکتا ہے

سنائی کے کلام میں یہ دونوں امتیاز پائے جاتے ہیں ان کے تمام عرفانی قصائد شور انگیز اور اثر آفریں ہیں تمام اخلاقی قصائد حکیمانہ اور فیلسوفانہ ہیں سنائی کا ایک قصیدہ جس کا مطلع ذیل میں درج کیا جاتا ہے امہات قصائد عرفانی میں شمار ہوتا ہے اور اکثر اساتذہ نے اس کا استقبال کیا ہے۔

مکن در جسم و جاں منزل کہ ایں دون است و آں والا
قدم زیں ہر دو بیروں نہ نہ اینجا باش و نہ آنجا

ترک و تجرید کے بیان میں اسی قصیدہ کا یہ شعر خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

بہر چہ از راہ دور افتی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
بہر چہ از دوست وامانی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

بے ثباتی دنیا | بے ثباتی دنیا کے موضوع پر اکثر شعرا نے طبع آزمائی کی ہے لیکن حکیم سنائی اس باب میں دوسرے شعرا سے پیش پیش ہیں اور اس مسئلہ کو ایسے منطقی اور حکیمانہ استدلال سے بیان کرتے ہیں کہ سننے والا زندگیِ مستعار اور ہستیِ ناپائیدار سے دلگیر ہو جاتا ہے۔

اسی موضوع پر فرماتے ہیں۔

گوئی ز بعد ما چہ کنند و کجا روند فرزندگان و دخترگانِ یتیم ما
خود یاد نادری کہ چہ کردند چوں شدند آں مادراں و آں پدرانِ قدیم ما

یہ بات کہ ظاہر بینوں کی پیروی سے پرہیز کرنا اور تحقیق حق کے لئے جد و جہد جاری رکھنا چاہئے اس اندازِ حکیمانہ سے کہتے ہیں۔

مرو براہ ہر کورے اگر مردے برایں ہا موں　　کہ گمراہ بروں آئی ہسے گرہ تراز ہا ماں
نہ ہر آہو کہ پیش آید بود در ناف او نافہ　　نہ ہر زندہ کہ می بینی بود در قالب جاناں
بسے آہو ست در عالم کہ شکلش نیست در باطن　　بسے شخص است در گیتی کہ جانش نیست در ابداں

اسی موضوع کو ایک جگہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

اندریں رہ صد ہزار ابلیس آدم روئے ہست　　تا ہر آدم روے راز ایں ہا بہ آدم نشمری

شراب کی مذمت میں فرماتے ہیں۔

ترا از دہی گوید کہ در دنیا مخور بادہ　　ترا ترسا ہمی گوید کہ در صفرا مخور حلوا
ز بہر دیں تو نہ گذاری حرام از حرمت یزداں　　ولیک از بہر تن مانی حلال از گفتۂ یزداں

دنیا پرستوں کی باہم آویزی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

ایں جہاں بر مثال مرداریست　　کرگساں گرد او ہزار ہزار
ایں مراں را ہمی زند مخلب　　آں مرایں را ہمی زند منقار
آخر الامر بر پرند ہمہ　　وز ہمہ باز ماند ایں مردار

موجودہ بین المللی تعلقات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ مردار دنیا کے طلبگاروں کی آج بھی وہی حالت ہے جو سنائی کے عہد میں تھی۔

مدائح | قصائد مدحیہ ارکان مہمہ شعر و شاعری میں شمار کئے جاتے ہیں کلام پر شاعر کی قدرت اور طبیعت کی قوت مدائح سے معلوم ہو جاتی ہے اگرچہ مداحی شاعر کو اس کی معنوی اور اخلاقی عظمت کے بلند تاریخی مقام سے گرا دیتی ہے۔ حکیم سنائی کے قصائد بدیع مدحیہ بلحاظ مضامین خاص مقام رکھتے ہیں۔ حکیم صاحب فرخی اور عنصری کی پیروی کرتے ہوئے قصائد کو زیبا تشبیہوں اور دلکش استعاروں سے آراستہ کرتے ہیں۔

خواجہ اسعد کی مدح میں لکھتے ہیں

کرد نو روز چو بتخانہ چمن　　از جمال بت و بالائے شمن

شد جو روئے صنماں لالہ لعل　　شد چو پشت شمناں شاخ سمن
باغ شد چوں رخ شاہاں زکمال　　شاخ چوں زلف عروساں ذشکن
ابر چوں خامہ خوجہ بہ سخا　　چوں دل خواجہ بہار است چمن

خواجہ اسعد کی مدح میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

گرچہ ز ہر درخت خوشی دید ہر دماغ　　درچند زایں بہار بہا یافت ہر دیار
لیک از بہار خرمی طبع نیستے　　چوں خلق و طبع خواجہ اگر نیستے بہار

اشعار حماسی | مخاطب کو بوسیلۂ اشعار آتشیں جنگ کی ترغیب دینے اور آمادۂ قتال کرنے سے شاعر کی قدرت کلام اور قوتِ طبع ظاہر ہوتی ہے اس باب میں شعرائے عرب شعرائے مشرق سے بازی لے گئے ہیں فارسی میں اشعار حماسی کا رواج دربار غزنی سے ہوا اعلیٰ حضرت یمین الدولہ محمود کی بارگاہ میں فردوسی نے پہلی بار اس مفاخرت کا علم بلند کیا۔

حکیم سنائی نے بھی گاہ گاہ اشعار حماسی لکھے اور ان سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ایک قصیدہ میں بہرام شاہ کو حفاظت وطن اور حراستِ ناموس مملکت کی ترغیب دیتے ہیں اور ممدوح کو پوچ مبالغوں سے مبتلائے غفلت کرنے کی بجائے سربازی اور فداکاری کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

چوں بطبع پروراں افزوں شود بر صلح جنگ　　چوں بہ نزد بے دلاں بہتر شود از نام ننگ
از قوی دست اجل گردد اجل را پا شکست　　وز سبک دست قضا گردد اجل را تیز چنگ
بے مزاج گرمی و خشکی شود چوں باد و خاک　　جان بے شخص از شتاب و شخص بے جان از درنگ
ناگہاں شاہا بروں نازی چو بر چرخ آفتاب　　بر فراز کوہ رنگے۔ ہم چو اندر کوہ زنگ

حدیقہ میں ایک مقام پر ممدوح کو وطن کی عزت اور اقتدار خاندان محمودی کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے ان الفاظ میں شجاعت کا درس دیتے ہیں۔

ملک چوں بوستاں نخند خوش　　تا نہ گرید سناں چوں آتش

بکن از خون دشمن آلودہ — تیغہائے بنیام فرسودہ
من نہ گویم کہ تیغ بردوں زن — گردن گرداں گردوں زن
دشمناں را بزیر پائے درآر — گردن گرداں بدار بہ دار
خصم خود را بہ تیغ بردر پوست — کہ دو سر در یکے کلہ نہ نکوست
ننگ باشد یکے جہان دو شاہ — ننگ باشد یکے سپہر دو ماہ
خوشہ ملک پختہ شد تُو کن — جامہ بخت کنہ شد نو کن

مراثی | مرثیہ گوئی بھی اجزائے اہم شاعری سے ہے۔ حکیم سنائی نے بزرگان وطن اور دوستوں کی وفات پر متعدد مرثیے لکھے ہیں ان میں امیر معزی کا مرثیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے حکیم صاحب کے تمام مرثیے استادانہ اور پختہ ہیں اور ان کی ترجیحات کو اس عہد کے بہترین مرثیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

وصف مناظر طبعی | مناظر طبعی کا وصف شاعر کے شاہکاروں میں سے ہے قدرت کی زیبائی کو ضبطِ تحریر میں لانا۔ جمال و رعنائی کائنات کا حظ اٹھانا اور اپنے احساسات کو موزوں اور موثر الفاظ میں بیان کرنا شاعر کی طبیعت کے جوش اور اس کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے حکیم سنائی نے مناظر طبعی کے وصف میں نہایت لطیف اشعار لکھے ہیں۔

ایک اندھیری رات میں گھوڑے پر سوار ہو کر کوئے معشوق کی طرف روانہ ہوتے ہیں منزل مقصود پر پہنچنے تک جو کچھ پیش آیا اس کا حال سنئے۔

یارب چہ بود آں تیرگی۔ واں راہ دور و نیم شب
از جان من یکبارگی۔ بردہ غم جاناں تعب

گردوں چو روئے عاشقاں در لوکو گلگوں نہاں — گیتی چو روئے دلبراں پوشیدہ از عنبر سلب
محکم عنان در چنگ من سوئے نگار آہنگ من — می بردہ شبرنگ من گاہے سریع و گہ خبب
بادبہاری خویش او۔ نادرد جولاں کیش او — صحرا و دریا پیش او چوں مہرہ پیش بوالعجب

آہو سریں۔ ضرغام بر۔ کیواں منش۔ خورشید فر خارا دل و سنداں جگر رویین سم و آہن عصب
دلدادہ چوں شبرنگ جم۔ باشیر بودہ در اجسم آموختہ جولاں در عجم۔ خوردہ بہ بیع اندر عرب

کوئے معشوق میں پہنچ کر حکیم صاحب کا گھوڑا ہنہناتا ہے اور کوئی استقبال کے لئے بیتابانہ باہر نکل آتا ہے۔

آواز اسپ من شنید آں ماہ پیش من دوید وصل آمد و ہجراں پرید آمد نشاط و شد کرب

گلزار سنائی میں کانٹے بھی ہیں | شاعر کا دل ایک صاف اور شفاف آئینہ ہے جو معمولی ناخوشگوار حادثہ سے مکدر ہو جاتا ہے اور شاعر اس صدمہ کو عملاً دفع کرنے کی بجائے شعر کے حربے سے کام لیتا ہے

چو شاعر برنجد بگوید ہجا بماند ہجا تا قیامت بجا

حکیم سنائی کے کلام میں بھی ہجویات پائی جاتی ہیں، شبلی نے اس پر افسوس کیا ہے کہ گلزار سنائی میں یہ کانٹے کیوں اُگے؟ لیکن کسی مبالغہ کے بغیر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ کسی شاعر کا کلام ہجویات سے خالی نہیں رودکی سے لے کر ہمارے زمانہ کے شعرا تک سب کے کلام میں ایسے اشعار موجود ہیں، حکیم صاحب نے بھی جہاں لوگوں کے اخلاق کو مفادِ عمومی کے خلاف دیکھا ان کی مذمت کی۔

وحی الٰہی (جدید ایڈیشن)

تالیف

مولانا سعید احمد صاحب ایم۔ اے

مسئلہ وحی پر ایک محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے تمام گوشوں پر ایسے دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا ایمان از خود نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے مطالعہ کے لائق کتاب کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت نفیس طباعت عمدہ۔ صفحات ۲۰۰۔

قیمت ے۳/ مجلد للعہ/